(فمن تبع هدای) میں (فاء) جواب شرط کا سابقہ جزاء و شرط سے ربط پیدا کرنے کے لیے ہے کیونکہ (فاما یاتینکم منی هدی) شرط اور جزاء مل کر جملہ شرطیہ ہے اور (فمن تبع هدای) اس کا جواب شرط ہے اور یہ جملہ پھر اگلے جملہ کے لیے شرط ہے اس کا جواب شرط (فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون) ہے۔

(تبع) کا معنی ہے، پیروی کرنا، نقش قدم پر چلنا، حکم پر عمل کرنا۔

(هدای) مضاف الیہ ہے۔ (القرطبی، ابن العثیمین)

(فمن تبع هدای) جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے یعنی اخبار کی تصدیق اور احکام کی بجا آوری کرے۔

(فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون) (فلاخوف) فتحہ کے ساتھ بھی ایک قراءت ہے۔ اس صورت میں (لا) نفی جنس (خوف) اس کا اسم ہوگا اور اس میں دوسری قراءت سے زیادہ مبالغہ ہے۔ یعنی خوف کا کوئی نام و نشان ہی نہیں ہوگا۔ جبکہ رفع کی حالت میں یہ اسم (لا) ہے جو (لیس) جیسا عمل کرتا ہے۔ (ابن عطیه، البغوی)

(خوف) آئندہ پیش آنے والی کسی تکلیف و مصیبت کے اندیشے کا نام ہے اور (حزن) کسی مقصد اور کامیابی کے فوت ہو جانے سے پیدا ہونے والے غم اور مصیبت میں پڑ جانے کو کہا جاتا ہے۔ گویا خوف کا تعلق مستقبل سے جبکہ حزن کا ماضی سے ہے۔

(علیهم) اور (ولا هم یحزنون) میں جمع کی ضمائر کا مرجع (فمن تبع هدای) ہے۔ یعنی اللہ کی ہدایت کے پیروکار، ابرار و صالحین کو آئندہ کوئی سزا اور خطرہ پیش آنے والا نہیں ہے اور وہ لوگ اپنی دنیاوی زندگی پر ہرگز کوئی حسرت اور افسوس بھی نہیں کریں گے بلکہ وہ ہر طرح سے فرحان و شاداں رہیں گے۔ کیونکہ انہوں نے دنیاوی زندگی کو غنیمت جان کر اللہ کی شریعت اور ہدایت کی پیروی کی ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کو فنا ہونے والی زندگی پر ترجیح دی اور عمل صالح سے اللہ کو راضی کیا۔ پس وہ ہر لحاظ سے مطمئن ہوں گے۔ (القرطبی، ابن العثیمین، الفرقان)

درس حدیث

اثباتِ دعویٰ

ثناء اللہ عبدالرحیم

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ قال: " لو یعطی الناس بدعواھم لادعٰی رجال اموال قوم ودماء ھم ولکن البینۃ علیٰ المدعی والیمین علیٰ من انکر "

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اگر لوگوں کو محض ان کے دعوے کے مطابق (بلا تحقیق) دیا جائے تو بہت سے لوگ ضرور دوسرے لوگوں کے اموال اور خون کا دعویٰ کریں گے۔ لیکن قاعدہ واصول یہ ہے کہ ثبوت مدعی کے ذمے ہے اور مدعا علیہ اگر انکاری ہو تو قسم اٹھائے۔"

تخریج: السنن الکبریٰ للبیھقی ۱۰/ ۲۵۲ باسناد حسن أو صحیح اس حدیث کی اصل صحیحین میں یوں وارد ہوئی ہے "لو یعطی الناس بدعواھم لذھب دماء قوم واموالھم ولکن الیمین علی المدعی علیہ" وفی روایۃ "بینتک او یمینہ" (بخاری کتاب التفسیر ۸/۲۱۳ مع الفتح حدیث :۴۵۵۱، صحیح مسلم الاقضیۃ ۱۲/ ۲ مع شرح النووی، سنن النسائی کتاب القضاۃ، سنن ابن ماجہ الاحکام، مسند احمد ۱/ ۳۴۲)

شرح المفردات:

دعوی: یہ ادعی یدعی ادعاء سے ماخوذ ہے جو کہ ادعیٰ کا مصدر ہے۔ اس کی جمع (دعاوِی یا دعاوَی (بکسر الواو وفتحھا) آتا ہے۔

لغت میں اس کے مختلف معانی ہیں:

(۱) الطلب والتمنی یعنی کسی چیز کی تمنا اور طلب کرنا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿لھم فیھا فاکھۃ ولھم مایدعون﴾ (یس: ۵۷) "اور جو وہ طلب وتمنا کریں گے مل کر رہے گا۔"

(۲) دعا کیلئے جیسے اللہ کا یہ فرمان: ﴿دعواھم فیھا سبحانک اللھم وتحیتھم فیھا سلام، واٰخر دعواھم أن الحمدللہ رب العالمین﴾ (یونس: ۱۰)

(۳) الزعم خیال وگمان کیلئے: دعویٰ کا اطلاق حقیقت پر مبنی اور دلائل وحجت والی باتوں پر نہیں ہوتا، چونکہ صاحب

حجت و برھان حقیقت میں صاحب حق ہوتا ہے۔کوئی یہ نہ کہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ نے نبوت کا ''دعویٰ'' کیا۔البتہ حجت و برہان سے خالی لوگوں کو ''نبوت کا دعویدار'' کہا جاتا ہے۔جیسے **مسیلمة الکذاب** اور مرزا غلام احمد قادیانی۔

دعوی کی شرعی تعریف: (**قول یطلب به الانسان اثبات حق علیٰ الغیر فی مجلس القاضی او الحکم**)

''قاضی اور حاکم کی مجلس میں کہی جانے والی وہ بات جس کے ذریعے کوئی شخص دوسرے پر اپنا حق ثابت کرنا چاہتا ہے۔''

(الموسوعة الفقهیه ۲۰/۲۷۰، التعریفات للجرجانی :۷۲)

ارکان دعویٰ: جمہور فقہاء کے نزدیک ارکان دعوی یہ ہیں:

(۱) **المدعِی** : دعوی کرنے والا

(۲) **المدعیٰ علیه**: جس پر دعوی دائر کیا گیا

(۳) **و المدعیٰ** : دعوی والی چیز (حق)

(۴) **القول الذی یصدر عن المدعی یقصد به طلب حق لنفسه**: مدعی کے دعوی میں کہی جانے والی بات

شروط دعوی: صحت دعوی کیلئے فقہاء نے درج ذیل شروط لگائے ہیں:

(۱) دعویٰ میں تضاد نہ ہو۔

(۲) الفاظ دعویٰ میں تردد اور بے یقینی نہ ہو مدعی یہ نہ کہے: ''شاید، میرے خیال میں فلاں کے ذمہ ایک ہزار روپیہ ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہ نے مجلس قضا میں مدعی کی حاضری کو ضروری سمجھا ہے اور دعوی میں توکیل کو نا کافی مانا ہے، جب تک کوئی شرعی عذر نہ ہو۔لیکن جمہور کے نزدیک مدعی کا دعوی اپنی زبان سے ہونا ضروری نہیں۔کسی کو وکیل بنا سکتا ہے

(۴) مدعی جس چیز کا دعوی کرے اس کا مدعا علیہ کے قبضے میں ہونے کا دعوی کرنا ضروری ہے۔

(۵) مدعی اور مدعا علیہ دونوں میں تصرف کی اہلیت ضروری ہے اور اگر بچہ ممیز (سمجھدار) ہو تو اس کا دعوی معتبر ہوگا۔ شوافع کے نزدیک مدعی اور مدعا علیہ دونوں کا بالغ ہونا بھی ضروری ہے۔بعض نے کہا مدعا علیہ اگر چہ سفیہ (بے وقوف) بھی کیوں نہ ہو،اس پر دعوی چل سکتا ہے۔لیکن بعض نے رشد کی قید لگائی ہے۔

(۶) ''مدعی به'' حق متعین ہو جسے سمجھ کر قاضی فیصلہ دے سکے۔

(۷) ''مدعیٰ به'' محتمل الثبوت ہو۔یعنی ایسے حق کا دعوی کرے جس کا ثابت ہونا ممکن ہو۔(ملاحظہ ہو الموسوعة الفقهیه :۲۰/۲۸۷۔۳۰۰)

البينة علىٰ المدعي: یعنی مدعی اپنے دعوی کو دلائل و گواہی سے ثابت کرے۔

البینۃ کی تعریف: ''الدلالة الواضحة عقلية أو محسوسة وقيل انها الحجة القوية والدليل''وقال ابن القيم : (البينة في الشرع: اسم لما بين الحق ويظهره وهي تارة تكون أربعة شهود وتارة ثلاثة بالنص في بينة المفلس وتارة شاهدين ، وشاهدا واحدا وامرأة واحدة ،ونكولا ويمينا أو خمسة أيمان أو أربعة أيمان ، وتكون شاهد الحال أى القرائن في صور كثيرة وبذالک تكون البينة أعم من الشهادة) (الطرق الحكمية:۲۴، قواعد الفقهيه:۲۱۶) یعنی بینہ ہر وہ عقلی وحسی واضح دلیل ہے جس سے حق کی وضاحت اور نشاندہی ہوتی ہے۔

امام ابن القیم نے ''بینة'' کیلئے طریقے بتائے ہیں مدعی اثبات حق کیلئے مختلف نوعیت کے مقدمات میں یہ امور پیش کرسکتا ہے (۱) چار گواہ (۲) تین گواہ (۳) دو گواہ (۴) ایک گواہ مرد اور ایک عورت (۵) نکول کے ساتھ ایک قسم (یعنی مدعا علیہ کی قسم کی طرف عدم آمادگی کے ساتھ مدعی کی ایک قسم) (۶) پانچ قسم (۷) چار قسم (۸) قرائن وغیرہ۔ ان تمام چیزوں کو اثبات حق کیلئے کارآمد ثابت کیا ہے۔ بینۃ کو شاہد (گواہ) سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

شھادۃ کی شرعی تعریف: (الشهادة الإخبار بحق للغير علىٰ النفس) فقہاء نے لفظ شہادۃ کو کسی انسان پر دوسرے کا حق ہونے کی اطلاع اور خبر دینے پر استعمال کیا ہے۔ (الموسوعة الفقهية ۲۶/ ۲۱۵) اور اسی اطلاع اور خبر سے دوسرے کا حق واضح ہوتا ہے۔

شروط الشاهد : فقہاء نے گواہ اور شاہد کو معتبر ٹھہرانے کیلئے درج ذیل شروط لگائے ہیں:

(۱) مسلمان ہو (۲) عاقل ہو (۳) بالغ ہو (۴) آزاد ہو (۵) گونگا نہ ہو، بول سکتا ہو (۶) عادل ہو (۷) متہم نہ ہو (۸) حدود و قصاص میں گواہ کا مرد ہونا اور ہوشیار ہونا بھی ضروری ہے، اگر غفلت زدہ ہو تو غیر معتبر ہوگا (۹) شاہد کو تہمت کی حد نہ لگی ہو۔

المدعي : من تجردت دعواه عن أمر يصدقه ، او كانت أضعف المتداعيين أمرا في الدلالة على الصدق ''مدعی اسے کہتے ہیں جس کی بات کی تصدیق نہ ہوتی ہو یعنی ایسے امور سے خالی ہو جو اس کی تائید کرے یا جس کا پہلو دوسرے فریق سے کمزور ہو۔ بعض نے کہا (المدعي من لم يترجح قوله بمعهود أو أصل والمدعى عليه عكسه) مدعی وہ ہے جس کی تصدیق کسی اصل یا عرف سے نہ ہوتی ہو۔ اور مدعی علیہ اس کے برعکس ہے۔ اور بعض نے کہا مدعی

وہ ہے جو عموماً مخفی اور پوشیدہ امر کا دعویٰ کرے اور مدعا علیہ وہ ہے جو کسی ظاہر اور نمایاں بات کی نشاندہی کرے۔ چونکہ لوگ عموماً بریٔ الذمہ ہیں۔ لہٰذا مدعی کا پہلو کمزور اور پوشیدہ ہوتا ہے جبکہ مدعا علیہ کی جانب عموماً مضبوط ہوتی ہے۔ قاضی ہی حالت دیکھ کر یہ فرق کر سکتا ہے چونکہ کبھی مدعی دوران بیان مدعا علیہ بنتا ہے اور کبھی مدعا علیہ مدعی بنتا ہے۔ قاضی اپنے صوابدید سے ان چیزوں کا تعیین کرتا ہے۔ حدیث ہذا میں مدعی کی تعیین اس طرح فرمائی گئی ہے کہ جس کے ذمے اپنے دعوی کے ثبوت میں گواہ اور دلائل دینا ہوتا ہے۔ مدعی کے ثبوت پیش نہ کرنے اور مدعا علیہ کے انکار پر قسم آتا ہے۔ (جامع العلوم والحکم : ۳۸۱، الموسوعة الفقهية ۲۰/ ۲۷۳)

والیمین علیٰ من انکر: قسم انکاری پر آئے گا (من انکر) سے مراد مدعا علیہ ہے جس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے (ولکن الیمین علیٰ المدعیٰ علیه) (بخاری التفسیر حدیث : ۴۵۵۱) یعنی مدعی اگر ثبوت پیش نہ کرے تو مدعا علیہ پر انکار کی صورت میں قسم آئے گا۔

''الیمین'' بمعنی قسم ہے جس کا مترادف لفظ شریعت میں 'حلف'' آیا ہے۔ الیمین والحلف کا شرعی معنی ہے: (توکید وحکم بذکر معظم علی وجه مخصوص) ایک خاص طریقے پر کسی حکم کی تاکید کے لیے اللہ کی ذات وصفات کے ذریعے کہا جاتا ہے۔

یہ حلیف تنازعات کے خاتمے کیلئے اور فریقین کے درمیان تعلقات استوار رکھنے کیلئے قاضی اپنے صوابدید سے لیتے ہیں۔ نیز یہ حلف لینا حدیث سے ثابت ہے (قال النبی ﷺ للمدعی علیه، احلف بالله الذی لا اله الاهو ماله عندک شئ) (ابو داؤد ۴/ ۴۱، تحقیق عزت دعاس) اللہ کے نبی ﷺ نے مدعی علیہ سے فرمایا: ''تم اللہ وحدہ لاشریک لہ کا نام لے کر قسم کھاؤ کہ تیرے پاس اس کا کوئی حق نہیں ہے۔'' نیز آپ نے ایک دفعہ اشعث بن قیس سے فرمایا (بینتک وإلا فیمینه) ''تو ثبوت پیش کر ورنہ مدعی علیہ قسم کھائے گا۔''

قسم کھلانے کا طریقہ: وہ حلف یا قسم جسے شریعت نے اثبات حق میں معتبر مانا ہے اللہ اور اس کی صفات کی قسم ہے جیسے واللہ وباللہ، ومقلب القلوب، وبالذی رفع سبعا وبسط سبعا وغیرہ۔ غیر اللہ کی قسم جائز نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (ألا إن اللہ ینهاكم ان تحلفوا بآبائكم من كان حالفا فليحلف بالله أو ليصمت) (البخاری ۱۱/ ۵۳۰) معلوم ہوا کہ قسم بھی شرعی حدود میں رہ کر کھانا اور کھلانا ضروری ہے۔ ہاں اگر کوئی مزید تاکید کیلئے قسم میں شدت سے کام لے تو حرج نہیں۔ لیکن یہ شدت بھی حدود شریعت کے اندر ہو۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا (لاتضطروا

الناس فی أیمانهم أن یحلفوا علیٰ مالا یعلمون) (مصنف عبدالرزاق ۸/ ۴۹۴) ''لوگوں کو غیر یقینی چیزوں پر قسم کھانے پر مجبور نہ کرو'' اسلام دین رحمت ہے لہٰذا جتنا ممکن ہو آسانی کے ساتھ معاملات طے کرنے چاہئیں۔

تشریح ومسائل:

حدیث ہذا میں شریعت محمدیہ کے بنیادی اصول وارد ہوئے ہیں۔ بتایا گیا کہ دعوی کرنے والا اپنے دعوی کو واضح شرعی دلائل سے ثابت کرے کیونکہ وہ ظاہر اور عرف کے خلاف دعوی کر رہا ہے۔ اصول یہ ہے کہ لوگ ذمہ سے بری ہیں۔ اگر دعوی کو مدلل ثابت نہ کیا جائے اور مدعیٰ علیہ اپنی صفائی میں قسم اٹھائے تو اس کی قسم قبول کی جائے گی کیونکہ اصل اصول برأت ذمہ ہے۔ اگر قاضی محض دعوی کی بنیاد پر مدعی کے حق میں فیصلہ صادر کرنے لگے تو بہت سے لوگ دوسروں کے مال اور خون کے دعوے دائر کردیں گے' اس لئے قاعدہ یہ ہے کہ دلیل و برھان کے بغیر کسی کا دعوی قبول نہیں۔ دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح اسلام کا نظام عدالت بھی ہر لحاظ سے کامل واکمل اور قرین عدل وانصاف ہے۔ اسلامی نظام عدالت میں حاکم ومحکوم، شاہ وگدا اور امیر وغریب وغیرہ کے درمیان کوئی فرق نہیں' سب برابر ہیں۔ عدالتی معاملات میں شرعی قواعد ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔ لہذا مقدمات کا فیصلہ کرنے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ مدعی اپنے دعوی کے اثبات میں دلائل پیش کرے' اگر وہ دلائل وگواہ پیش نہ کرسکے اور مدعا علیہ اس کے دعوی کی تصدیق نہ کرتا ہو تو مدعی کو جھوٹا اور اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کیلئے حلف وقسم اٹھائے اور مدعی کے دعوی کو باطل کرے۔

مســـــألة(۱) ثبوت پیش کرنا ہر حالت میں مدعی کی ذمہ داری ہے اور مدعا علیہ پر ہمیشہ قسم آئے گا۔ یہی قول امام ابوحنیفہ امام بخاری اور چند دیگر فقہاء کا ہے۔ یہ حضرات مزید فرماتے ہیں کہ **قســـامة** میں بھی مدعا علیہ پر قسم اور مدعی پر ثبوت لازم آئے گا۔ نیز اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہو تو بھی اس پر قسم نہیں آئے گا۔ یہ حضرات ''الشاهد مع الیمین'' ایک گواہ کے ساتھ قسم کے قائل نہیں ہیں۔ ان کی دلیل نبی ﷺ کا قول ہے: (شاهداک أو یمینه)'' تو (مدعی) دو گواہ پیش کرورنہ مدعا علیہ قسم کھائے گا۔''

امام مالک وچند دیگر فقہاء کہتے ہیں: (یرجح أقوی المتداعیین وتجعل الیمین فی جانبه) یعنی کبھی مدعی پر قسم آتا ہے، اگر اس کا پہلو قوی ہو۔'' یعنی جب مدعی ایک گواہ پیش کرے تو اس کو ایک قسم کھلا کر حق دیا جائے گا۔

پس الیمین علیٰ المدعی علیه مطلقاً نہیں بلکہ یہ اس صورت میں ہے جب مدعی اپنے حق کے اثبات میں کوئی